www.KitaboSunnat.com

معارف قرآن

حافظ صلاح الدین یوسف

کیا پل صراط سے مسلمانوں کو بھی گزرنا ہوگا؟

سوال: قرآن کریم کی آیت ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا﴾ (سورۂ مریم: ۷۱،۷۲)

"اور تم میں سے ہر شخص کو اس جہنم میں وارد ہونا ہے، یہ تیرے رب کا طے شدہ فیصلہ ہے، پھر ہم ان لوگوں کو نجات دے دیں گے جو پرہیز گار ہوں گے اور ظالموں کو ہم اسی (جہنم) میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔"

صاحب "تدبر قرآن" نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ مِنكُم میں خطاب صرف کافروں سے ہے اس کا مخاطب تمام انسانوں کو قرار دینا، چاہے وہ مومن ہوں یا کافر؟ مفسرین کی غلطی ہے اور یہ قرآن کریم کی دوسری آیت کے بھی خلاف ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اہل ایمان جہنم سے دور رکھے جائیں گے ﴿اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ﴾ (سورۃ الانبیاء: ۱۰۱)

کیا مفسر مذکور کا یہ کہنا صحیح ہے؟ ہم تو یہی سنتے آئے ہیں کہ اس آیت کی رو سے ہر مسلمان اور کافر جہنم میں ضرور جائے گا، پھر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ خیر وعافیت سے گزار دے گا اور کافر جہنم میں ہی رہ جائیں گے۔ اس بارے میں آپ سے وضاحت کی درخواست ہے۔ (ڈاکٹر عثمان، لاہور)

جواب: "تم میں سے ہر ایک" کا مخاطب کون ہے؟ آیا وہی کفار ہیں جن کا ذکر اس سے پہلے صیغۂ غائب کے ساتھ آیا ہے، اور اب یہاں انہی سے بصیغۂ خطاب یہ کہا جا رہا ہے کہ تم میں سے ہر ایک کو جہنم میں ضرور جانا ہے۔ یا اس کے مخاطب تمام انسان ہیں چاہے وہ مؤمن ہیں یا کافر؟

بعض لوگوں نے پہلا مفہوم بھی اگرچہ بیان کیا ہے، تاہم مفسرین اُمت نے دوسرے مفہوم کو ہی زیادہ صحیح اور اولیٰ بالصواب قرار دیا ہے کیونکہ اس کی تائید اُن متعدد صحیح احادیث سے ہوتی ہے جو مختلف صحابہ کرام سے مروی ہیں۔ ان احادیث میں اس کی تفسیر اس طرح بیان کی گئی ہے کہ جہنم کے اوپر ایک پل بنایا جائے گا جس کو صحیح بخاری و صحیح مسلم میں الصّراط یا جَسرِ جهنم کہا گیا ہے اور اسی اعتبار سے امام بخاریؒ نے باب کا عنوان یوں باندھا ہے باب الصراط جَسرِ جهنم "الصراط کا بیان جو جہنم کا پل ہے"

ہماری زبان میں یہ "پل صراط" کے نام سے معروف ہے۔ اس کی مزید وضاحت ایک صحابی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول نے اس طرح کی ہے "ان الجسر أدقّ من الشعرة و أحدّ من السيف " (صحیح مسلم: الایمان، رقم ۱۸۳) " پل بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا" احادیث میں بیان کیا گیا ہے کہ اس پل میں لوہے کے آنکڑے اور نہایت خطرناک کانٹے ہوں گے اور یہ ایسی جگہ ہوگی جس میں قدم قدم پر لڑکھڑانے کا تو امکان ہوگا، ثبات واستقرار کا نہیں۔ یہ آنکڑے اور کانٹے وغیرہ لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق اُچکیں گے، اور جن کی بابت اللہ چاہے گا، ان کو اپنی گرفت میں لے لیں گے۔ علاوہ ازیں امانت اور رحم کو اللہ تعالیٰ ایک جسمانی وجود عطا فرمائے گا اور یہ بھی اس پل صراط پر دائیں اور بائیں دونوں جانب کھڑے ہوں گے اور خائنوں اور قطع رحمی کرنے والوں کا مؤاخذہ کریں گے۔ نبی ﷺ اس پل پر کھڑے دعا مانگ رہے ہوں گے: رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ "اے رب! سلامتی عطا فرما، سلامتی عطا فرما" حضور ﷺ نے مزید فرمایا: "اس پل کو سب سے پہلے عبور کرنیوالے میں اور میرے ساتھی ہوں گے۔"

اس پل پر سے ہر مؤمن و کافر کو گزرنا ہوگا۔ مؤمن تو اپنے اپنے اعمال کے مطابق جلد یا بدیر گزر جائیں گے: کچھ پلک جھپکنے میں، کچھ بجلی اور ہوا کی طرح، کچھ پرندوں کی طرح، کچھ عمدہ گھوڑوں اور تیز رو افراد کی طرح اور کچھ گرتے پڑتے اور گھسٹتے ہوئے۔ یوں کچھ لوگ بالکل صحیح سالم، کچھ زخمی تاہم پل عبور کرلیں گے اور کچھ جہنم میں گر پڑیں گے، جنہیں بعد میں شفاعت کے ذریعے سے نکال لیا جائے گا۔ لیکن کافر اس پل کو عبور کرنے میں کامیاب نہیں ہوں گے اور سب جہنم میں گر پڑیں گے (یہ وہ تفصیلات ہیں جو حدیث کی صحیح ترین کتابوں، بخاری اور مسلم میں بیان ہوئی ہیں۔ دیکھئے صحیح بخاری: الصلوٰة، باب فضل السجود۔ الرقاق، باب الصراط جسر جهنم۔ التوحيد، باب قول الله تعالىٰ ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ﴾ رقم ۸۰۶، ۶۵۷۳، ۷۴۳۹، ۷۴۳۷ ...... صحيح مسلم: كتاب الايمان، باب معرفة طريق الرؤية، رقم ۱۸۲، ۱۸۳ ـ باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، رقم ۱۹۱، ۱۹۵) اس کی مزید تائید ذیل کی صحیح احادیث سے ہوتی ہے:

(۱) حضرت ام مبشرؓ فرماتی ہیں کہ ایک موقع پر نبی ﷺ نے (اُمّ المؤمنین) حضرت حفصہؓ سے فرمایا، ان شاء اللہ اُن اصحابِ شجرہ میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا جنہوں نے اس درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت کی تھی۔ حضرت حفصہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ "تم میں سے ہر شخص کو اس جہنم میں وارد ہونا ہے"؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: (یہ تو ٹھیک ہے لیکن اسکے بعد ہی) اللہ نے فرمایا: "پھر ہم متقیوں کو نجات دے دیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے" (صحیح مسلم: فضائل الصحابة، باب من فضائل أصحاب الشجرة رقم ۲۴۹۶)

(۲) حضرت ابوسمیہؒ (ایک تابعی) بیان کرتے ہیں کہ ہمارے درمیان وُرود (آیت میں مذکور جہنم میں داخل ہونے) کے بارے میں اختلاف ہوگیا، بعض نے کہا کہ مؤمن جہنم میں داخل نہیں ہوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے اور بعض نے کہا کہ مؤمن اور کافر سب جہنم میں جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ اہل ایمان و تقویٰ کو نجات عطا فرمادے گا۔ چنانچہ (اس اختلاف کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے) میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے ملا اور یہ دونوں رائیں ان کے سامنے پیش کیں، تو انہوں نے اپنی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالیں اور فرمایا کہ میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں، اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہو کہ ورود داخل ہونے کے معنی میں ہے یعنی ہر نیک اور بد جہنم میں ضرور جائے گا، لیکن جہنم مؤمنوں پر اس طرح ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی، جیسے حضرت ابراہیم پر ہو گئی تھی...... پھر اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو نجات عطا فرمادے گا اور ظالموں کو اس میں گرا ہوا چھوڑ دے گا (الفتح الربانی: ۱۸/۲۰۹ وقال الهيثمي رواه أحمد ورجاله ثقات، مجمع الزوائد: ج ۷، ص ۵۵، تفسیر سورۂ مریم) سنن ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی اس آیت کی یہی تفسیر منقول ہے۔ امام ترمذی نے اسے حسن اور شیخ البانی حفظہ اللہ نے اِسے صحیح کہا ہے۔ (ترمذی: کتاب تفسیر القرآن، رقم ۳۱۵۹، ۳۱۶۰)

(۳) ایک اور حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا "جس کے تین بچے بلوغت سے پہلے وفات پا گئے، اسے آگ نہیں چھوئے گی، مگر صرف قسم حلال کرنے کے لیے" (صحیح بخاری: الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب۔ مسلم: کتاب البر، باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه)

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: وَاِنْ مِّنْكُمْ میں واوٴ قسم کو مُتضمّن ہے، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے (پھر انہوں نے یہی مذکورہ حدیث إلا تحلّةَ القسم بیان کی ہے) گویا اِس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں، ایک تو یہ کہ اس آیت میں واوٴ قسم کے مفہوم کو شامل ہے دوسری یہ کہ ہر مؤمن و جنتی بھی جہنم میں ضرور داخل ہوگا۔

ایک ضروری وضاحت

وُرود کے معنی بعض نے "داخل ہونے کے" اور بعض نے "صرف گزرنے کے" کیے ہیں، امام قرطبیؒ اور امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ دونوں معنوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ مؤمن پل صراط پر سے گزریں یا جہنم کے اندر سے گزریں، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ ان کے لیے جہنم کی آگ بجھی ہوئی ہوگی اور انہیں کچھ نہیں کہے گی۔ ان کا دخول، دخولِ سلامت ہوگا۔

امام قرطبیؒ نے یہاں ایک اور سوال اٹھایا ہے کہ کیا انبیاء علیہم السلام بھی جہنم میں داخل ہوں گے؟ اس کے جواب میں انہوں نے کہا: ہم اس کا اطلاق تو نہیں کرتے، لیکن یہ ضرور کہتے ہیں کہ تمام مخلوق جہنم میں وارد ہوگی، جیسا کہ اس پر حضرت جابرؓ کی حدیث دلالت کرتی ہے۔ پس نافرمان تو جہنم میں اپنے جرائم کی وجہ سے داخل ہوں گے اور اولیاء و سعداء ان کی شفاعت کرنے کے لیے۔ اس لیے ان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں داخلوں میں عظیم فرق ہے۔(تفسیر القرطبی: ۱۳۹/۶)

اس سے معلوم ہوا کہ وُرود کے معنی گزرنے کے کیے جائیں یا داخل ہونے کے، ان میں کوئی منافات اور تضاد نہیں کیونکہ دونوں کا مقصد اور مآل ایک ہی ہے کہ اہل ایمان خیر و عافیت سے یا قدرے مشقت سے جہنم کے پل سے یا جہنم کے اندر سے گزر جائیں گے اور جہنم کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

ایک اور شبہ کا اِزالہ

مذکورہ وضاحت سے اس شبہ کا بھی ازالہ ہو جاتا ہے جو بعض لوگ پیش کرتے ہیں کہ نیک لوگوں کی بابت تو سورۃ الانبیاء میں کہا گیا ہے ﴿أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا﴾ ''وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے، وہ اس کی آہٹ بھی نہیں سنیں گے''، جب کہ مذکورہ تفسیر اس آیتِ قرآنی کے خلاف ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ زیر بحث آیت کی جو تفسیر کی گئی وہ صحیح ترین احادیث کی روشنی میں کی گئی ہے، وہ قرآن کریم کی کسی دوسری آیت کے خلاف کس طرح ہو سکتی ہے؟ جن لوگوں کو وہ تفسیر سورۃ الانبیاء کی آیت کے خلاف معلوم ہوتی ہے، ان کا اپنا فہم و تدبر قرآن ناقص ہے، کیونکہ وہ حدیث رسول ؐ کے مقابلے میں اپنے فکر و تدبر کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ کیا اس شوخ چشمانہ جسارت سے وہ صاحبِ قرآن (پیغمبر اسلام) سے زیادہ فہم قرآن کے حامل ہو جائیں گے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ صاحبِ قرآن کی بیان کردہ تفسیر ہی قرآن کی اصل تفسیر ہے۔ آج کل جدید مفسرین قرآن فہمی کے کتنے ہی بلند بانگ دعوے کریں، حدیثِ رسول کے مقابلے میں ان کی قرآن فہمی کی حیثیت پرکاہ کے برابر بھی نہیں۔

بہر حال عرض یہ کیا جا رہا تھا کہ جب اہل ایمان جہنم کے اوپر سے یا جہنم کے اندر سے اس طرح گزر جائیں گے کہ اُن کو جہنم کی آگ چھوئے گی بھی نہیں۔ تو پھر یہ تفسیر أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ کے خلاف کس طرح ہوئی؟ اس آیت کا مفہوم بھی یہی ہے کہ اہل ایمان جہنم کے عذاب سے دور رہیں گے اور زیر بحث آیت کی تفسیر میں بھی یہی بات بیان کی گئی ہے، جس کی تائید دوسری آیت ﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا﴾ سے بھی ہوتی ہے، تو پھر ان میں منافات اور تضاد کہاں رہا؟

مفسرین نے بھی اس نکتے کی وضاحت فرمادی ہے...... چنانچہ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں:

''ولا منافاة بين هذه الآية وقوله تعالى ﴿أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ﴾ لأن المراد مبعدون عن عذابها'' (تفسیر روح المعانی: ج۱۶، ص ۱۲۲)

''یہ آیت اللہ کے قول ﴿أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ﴾ کے منافی نہیں، اس لیے کہ مراد جہنم سے دور رکھے جانے سے، اس کے عذاب سے دور رکھا جانا ہے''

اور امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

معنىٰ قوله ﴿أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ﴾ عن العذاب فيها والإحراق بها، قالوا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فمن دخلها وهو لايشعر بها ولا يحسّ منها وجعا ولا آلمًا فهو مبعد عنها في الحقيقة ويستدلّون بقوله تعالىٰ ﴿ثم ننجي الذين اتقوا ......﴾ فـ"ثم" تدلّ على نجاء بعد الدخول (تفسیر القرطبی : ۶/۷ ۱۴)

"﴿أُولٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ﴾ کے معنی ہیں، اِس کے عذاب سے اور اِس میں جلانے کی سزا سے دور رکھے جائیں گے، پس جو اہل ایمان میں سے اس میں داخل ہوگا، اس کو یہ احساس ہی نہیں ہوگا کہ وہ جہنم میں ہے، نہ اس میں کوئی درد یا تکلیف محسوس کرے گا۔ پس یہ حقیقت میں دور رکھا جانا ہی ہے، اس نقطۂ نظر کے حاملین کی دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "پھر ہم ان لوگوں کو نجات دے دیں گے جو متقی ہوں گے" پس ثُمَّ (پھر) داخل ہونے کے بعد نجات پر دلالت کرتا ہے۔"

﴿كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا﴾...... یعنی ہر ایک کا جہنم میں جانا، اللہ کا طے شدہ فیصلہ ہے۔ بعض نے اس کے معنی قسم واجب کے کئے ہیں، ایسی قسم جس پر ضرور عمل ہوگا۔ مطلب دونوں کا ایک ہی ہے کہ مؤمن و کافر کا ورود جہنم پر سے یا جہنم میں ضرور ہوگا۔

﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا﴾...... ان الفاظ سے بھی واضح ہے کہ جہنم میں تو سب جائیں گے، لیکن اہل ایمان و تقویٰ کو تو اس کے عذاب سے بچا لیا جائے گا، البتہ کافروں اور مشرکوں کو اِسی میں چھوڑ دیا جائے گا، کیونکہ ان کے لیے جہنم کا عذاب دائمی ہے، اس سے وہ کبھی نجات نہیں پائیں گے۔ تاہم اہل ایمان و توحید کی ایک قسم ایسی بھی ہوگی جن کے ذمے کبیرہ گناہ ہوں گے اور دنیا میں انہوں نے اس سے توبہ نہ کی ہوگی۔ ان کا معاملہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہوگا، وہ چاہے گا تو اپنے فضل و کرم سے ابتدا ہی میں معاف فرما دے گا، اس صورت میں وہ بھی جہنم سے بخیر و عافیت نکل جائیں گے اور اگر اللہ کی مشیت ان کے گناہوں کے مطابق ان کو سزا دینے کی ہوگی، تو یہ بھی، جب تک اللہ چاہے گا، جہنم میں رہیں گے اور جہنم کی سزا بھگتیں گے، پھر بعد میں شفاعت کے ذریعے سے یا اللہ کے فضل و کرم کی وجہ سے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے......

اس کے برعکس معتزلہ کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب مسلمان ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور مُرجِئَة کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ سے مسلمان کے ایمان میں کوئی خرابی ہی پیدا نہیں ہوتی، اس لیے وہ جہنم میں ہی نہیں جائے گا۔ یہ دونوں نقطۂ نظر انتہا پسندانہ ہیں۔ ایک سے انسان اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جاتا ہے اور دوسرے سے انسان بڑے بڑے گناہوں کے ارتکاب پر دلیر۔ اس لیے اہل سنت کا موقف ہی معتدل ہے، علاوہ ازیں اس سے بظاہر متعارض دلائل میں جمع و تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔ کسی بھی نص کے مفہوم میں تبدیلی یا اس کی دور از کار تاویل کرنے ضرورت پیش نہیں آتی۔ ☆ ☆

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ